فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۰۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نماز میں قیام کے لیے اٹھتے وقت ہاتھ زمین پر کیسے ٹیکے جائیں؟

جواب: نماز میں قیام کے لیے اٹھتے وقت زمین پر ٹیک لگا کر ہاتھوں کے سہارے اٹھا جائے گا۔

❁ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر دکھاتے ہیں:

إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْـأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ.

”آپ رضی اللہ عنہ نے جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا، تو بیٹھ گئے، زمین پر ٹیک لگائی، پھر (اگلی رکعت کے لیے) کھڑے ہوئے۔“

(صحيح البخاري : 824)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (204ھ) فرماتے ہیں:

بِهٰذَا نَأْخُذُ، فَنَأْمُرُ مَنْ قَامَ مِنْ سُجُودٍ، أَوْ جُلُوسٍ فِي الصَّلَاةِ أَنْ يَّعْتَمِدَ عَلَى الْـأَرْضِ بِيَدَيْهِ مَعًا، اتِّبَاعًا لِّلسُّنَّةِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ أَشْبَهُ لِلتَّوَاضُعِ، وَأَعْوَنُ لِلْمُصَلِّي عَلَى الصَّلَاةِ، وَأَحْرٰى أَنْ لَّا يَنْقَلِبَ، وَلَا يَكَادُ يَنْقَلِبُ، وَأَيُّ قِيَامٍ قَامَهٗ سِوٰى هٰذَا كَرِهْتُهٗ لَهٗ.

”ہم اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور جو شخص نماز میں سجدے یا تشہد سے (اگلی رکعت کے لیے) اٹھے، اسے حکم دیتے ہیں کہ سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے۔ یہ عمل عاجزی کے قریب تر ہے، نمازی کے لیے مفید بھی ہے اور گرنے سے بچنے کا ذریعہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ اٹھنے کی کوئی بھی صورت میرے نزدیک مکروہ ہے۔“

(كتاب الأمّ : 101/1)

۞ اس حدیث پر امام بخاری ؒ (256ھ) نے یہ باب قائم فرمایا ہے:

بَابٌ ؛ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ .

”اس بات کا بیان کہ نمازی (پہلی اور تیسری) رکعت سے اٹھتے ہوئے زمین کا سہارا کیسے لے گا۔“

۞ حافظ ابن حجر ؒ (852ھ) اس باب کی وضاحت کرتے ہیں:

اَلْغَرَضُ مِنْهُ هُنَا ذِكْرُ الِاعْتِمَادِ عَلَى الْأَرْضِ عِنْدَ الْقِيَامِ مِنَ السُّجُودِ أَوِ الْجُلُوسِ .

”امام بخاری ؒ کی مراد یہ ہے کہ سجدے اور تشہد سے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کو زمین پر ٹیکنا چاہیے۔“

(فتح الباري : 303/2)

۞ ازرق بن قیس بصری ؒ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ وَيَعْتَمِدُ عَلٰى يَدَيْهِ .

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کو دیکھا، جب نماز میں کھڑے ہوتے، تو

دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3996، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 194/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ خالد حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا قِلَابَةَ، إِذَا سَجَدَ بدأَ فَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ، وَإِذَا قَامَ اعْتَمَدَ عَلٰى يَدَيْهِ .

''میں نے ابو قلابہ رحمہ اللہ کو دیکھا، جب سجدہ میں جاتے، تو پہلے گھٹنے لگاتے، جب سجدہ سے (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوتے، تو دونوں ہاتھ سے ٹیک لگاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2708، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ خالد حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ الْحَسَنَ يَخِرُّ فَيَبْدَأُ بِيَدَيْهِ، وَيَعْتَمِدُ إِذَا قَامَ .

''میں نے حسن بصری رحمہ اللہ کو دیکھا، وہ سجدہ میں پہلے ہاتھ لگاتے تھے اور جب (دوسرے رکعت کے لیے) اٹھتے، تو (ہاتھوں سے) ٹیک لگاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2708، وسندهٗ صحيحٌ)

بہتر یہ ہے کہ نماز میں اٹھتے وقت ہتھیلیوں پر ٹیک لگانی چاہیے، البتہ مٹھی بند کر کے ٹیک لگائی جاسکتی ہے، مگر اس بارے میں خاص روایت ضعیف ہے۔

❁ ازرق بن قیس بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ يَعْجِنُ فِي الصَّلَاةِ يَعْتَمِدُ عَلٰى يَدَيْهِ إِذَا قَامَ، فَقُلْتُ : مَا هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ : رَأَيْتُ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِنُ فِي الصَّلَاةِ.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ نماز میں مٹھی بند کر کے ٹیک لگا کر اٹھتے تھے، میں نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت)! یہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (اٹھتے وقت) مٹھی بند کر کے ٹیک لگاتے تھے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 4007، غريب الحديث لإبراهيم الحَربي : 525/2)

سند ضعیف ہے۔

① ہیثم بن عمران ''مجہول الحال'' ہے، صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات (۷/۵۷۷)'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ.

''یہ غیر معروف راوی ہے۔''

(فتح الباري : 293/7)

② ہیثم بن عمران کا عطیہ بن قیس سے سماع نہیں۔

گھٹنوں کے بل اٹھنا:

جن روایات میں گھٹنوں کے بل اٹھنے کا ذکر ہے، وہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي النُّهُوضِ عَلٰى صُدُورِ الْقَدَمَيْنِ أَحَادِيثُ مَرْفُوعَةٌ، أَسَانِيدُهَا

لَيْسَتْ قَوِيَّةً، أَجْوَدُهَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَقَدْ خَرَّجَهُ أَبُو دَاوُدَ بِالشَّكِّ فِي وَصْلِهِ وَإِرْسَالِهِ، وَالصَّحِيحُ إِرْسَالُهُ جَزْمًا، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

''(نماز میں جلسہ استراحت کیے بغیر اور ہاتھوں کا سہارا لیے بغیر) قدموں کے بل کھڑے ہونے کے متعلق مرفوع احادیث ہیں، جن کی سندیں ضعیف ہیں، ان میں بہتر سند والی حدیث کلیب بن شہاب کی مرسل ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس کے موصول یا مرسل ہونے میں شک کیا ہے، درست یہی ہے کہ یہ روایت یقینی طور پر مرسل ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!۔''

(فتح الباري: 7/293-294)

ان روایات کی تحقیق پیش خدمت ہے؛

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ إِذَا نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ نماز میں اٹھتے وقت ہاتھوں کا سہارا لیا جائے۔''

(مسند الإمام أحمد: 2/147، سنن أبي داوٗد: 992)

تبصرہ:

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ''شاذ'' ہے۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ سے بیان کرنے میں محمد بن عبدالملک غزال (ثقہ) کو غلطی لگی ہے۔ اس نے کئی ثقات واوثق راویوں کی مخالفت میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' اور ''شاذ'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 423/1)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَطَأٌ لِّمُخَالَفَتِهٖ سَائِرَ الرُّوَاةِ، وَكَيْفَ يَكُونُ صَحِيحًا؟

''یہ غلطی ہے، کیونکہ اس بیان میں محمد بن عبد الملک نے باقی تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ یہ صحیح کیسے ہو سکتی ہے؟''

(مَعرِفة السّنن والآثار: 43/3)

اس پر کئی قوی شواہد موجود ہیں کہ اس میں محمد بن عبد الملک غزال کو وہم ہوا ہے؛

① عبد الرزاق سے احمد بن حنبل، احمد بن محمد بن شبویہ، محمد بن رافع، محمد بن سہل عسکر، حسن بن مہدی اور احمد بن یوسف سلمی نے یہ روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ أَنْ يَّعْتَمِدَ عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى .

''نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی نماز میں بیٹھے ہوئے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے۔''

② سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث یوں بیان کی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى رَجُلًا، وَهُوَ جَالِسٌ، مُعْتَمِدًا عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ : إِنَّهَا صَلَاةُ الْيَهُودِ .

''نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھنے سے منع کیا اور فرمایا: یہ تو یہود کی نماز ہے۔''

(المستدرك للحاكم :272/1، السنن الكبرٰى للبيهقي : 136/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

✿ نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''قوی'' کہا ہے۔

(المهذّب : 582/2)

③ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَاٰى عَبْدُ اللّٰهِ رَجُلًا يُّصَلِّي، سَاقِطًا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، مُتَّكِئًا عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى، فَقَالَ: لَا تُصَلِّ هٰكَذَا، إِنَّمَا يَجْلِسُ هٰكَذَا الَّذِينَ يُعَذَّبُونَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا اور اس نے اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے فرمایا: ایسے نماز مت پڑھیے۔ اس طرح تو وہ قومیں بیٹھتی تھیں، جنہیں عذاب دیا گیا۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 136/2، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ان بیانات سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محمد بن عبدالملک نے مذکورہ روایت بیان کرتے ہوئے غلطی کی ہے، لہٰذا ثقات واوثق راویوں کی بیان کردہ صحیح حدیث ہی قابل عمل ہے، نہ کہ ایک راوی کا وہم۔

❁ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔آپ جب سجدہ کرتے،تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اٹھتے،تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : 838، سنن النسائي : 1090، سنن الترمذي : 268، وصحّحهٗ، سنن ابن ماجه : 883، وصحّحه ابن خزيمة : 629، وابن حبّان : 1909)

تبصرہ:

سند''ضعیف''ہے،شریک بن عبداللہ قاضی''مدلس''ہے،سماع کی صراحت نہیں کی۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''ضعیف''قرار دیا ہے۔

(السّنن الكبرٰى : 100/2)

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

إِذَا نَهَضَ؛ نَهَضَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَاعْتَمَدَ عَلٰى فَخِذَيْهِ .

''نبی اکرم ﷺ جب اٹھتے،تو گھٹنوں کے بل اٹھتے اور اپنی رانوں کا سہارا لیتے تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : 736، 839)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، لِأَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ بْنَ وَائِلٍ؛ اتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى أَنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا، وَلَمْ يُدْرِكْهُ .

’’یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ محدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبد الجبار بن وائل نے اپنے والد سے کوئی بھی حدیث نہیں سنی، نہ ہی اس کی اپنے والد سے (سن شعور میں) ملاقات ہے۔‘‘

(المَجموع : 446/3)

❁ سنن ابی داود (۸۳۹) اور مراسیل ابی داود (۴۲) والی روایت بھی ضعیف ہے۔

① کلیب بن شہاب تابعی ہیں اور براہ راست نبی اکرم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا یہ مرسل ہے۔

② شقیق ابولیث ’’مجہول‘‘ ہے۔

اسے امام طحاوی حنفی (شرح معانی الآثار :255/1)، حافظ ذہبی (میزان الاعتدال : 279/2) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التہذیب:2819) نے ’’مجہول‘‘ قرار دیا ہے۔

لہٰذا یہ متابعت مفید نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ؛ إِذَا نَهَضَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعَتَيْنَ الْأُولَيَيْنِ، أَنْ لَّا يَعْتَمِدَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ شَيْخًا كَبِيرًا لَّا يَسْتَطِيعُ .

’’یہ سنت طریقہ ہے کہ فرض نماز میں جب آدمی پہلی دو رکعتوں کے بعد اٹھے، تو زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ بوڑھا ہو اور اس طرح اٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة :394/1، 395)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی ''ضعیف ومنکر الحدیث'' ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ .

''اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

(شرح صحيح مسلم :173/1)

❀ ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَّكُونَ شَيْخًا كَبِيرًا أَوْ مَرِيضًا .

''وہ بوڑھے یا مریض کے علاوہ ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :395/1)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔ہشیم بن بشیر واسطی ''مدلس'' ہیں،سماع کی تصریح نہیں کی۔

الحاصل:

رسول اللہ ﷺ نماز میں جلسہ استراحت یا تشہد کے بعد اگلی رکعت کے لیے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھتے تھے۔صحابیٔ رسول سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ ﷺ کی پیروی میں یہی طریقہ اختیار کرتے تھے۔پھر سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی اسے نبوی طریقہ قرار دیا ہے۔تابعین کرام نے ان سے یہ سنت سیکھ کر آگے منتقل کی۔سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوقلابہ رحمہ اللہ بھی اسی سنت کے قائل وفاعل تھے۔

ائمہ حدیث نے سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہی سمجھا، سمجھایا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے۔

(سوال): علم نجوم سیکھنا کیسا ہے؟

(جواب): علم نجوم حاصل کرنا حرام ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِسْتِدْلَالُ عَلَی الْحَوَادِثِ الْأَرْضِیَّةِ بِالْأَحْوَالِ الْفَلَکِیَّةِ وَالتَّمْزِیجِ بَیْنَ الْقُوَی الْفَلَکِيِّ وَالْقَوَابِلِ الْأَرْضِیَّةِ کَمَا یَزْعَمُوْن .

''نجومیوں کے ہاں علم نجوم زمین پر ہونے والے حادثات کا اندازہ آسمانی حالات سے لگانے اور اجرام فلکی و وقوعات زمینی میں مناسبت کا نام ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ۱۹۲/۳۵)

علم نجوم ایک بے بنیاد اور باطل چیز ہے، اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُومِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ .

''جس نے علم نجوم سیکھا، اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا، جیسے جیسے یہ علم بڑھتا جائے گا، جادو بڑھتا جائے گا۔''

(سنن أبي داود : 3905، سنن ابن ماجه : 3726، وسندهٗ حسنٌ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ صَرَّحَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ عِلْمَ النُّجُومِ مِنَ السِّحْرِ؛ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ

أَتٰى﴾(طٰه : ٦٩) وَهٰكَذَا الْوَاقِعُ؛ فَإِنَّ الْاِسْتِقْرَاءَ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَهْلَ النُّجُومِ لَا يُفْلِحُونَ؛ لَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ.

''رسول اکرم ﷺ نے علم نجوم کو واضح طور پر جادو قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى﴾(طٰه : ٦٩)''جادوگر جہاں بھی آئے، کامیاب نہیں ہوگا۔''اور ہے بھی ایسے ہی، استقراء وتحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ نجومی نہ دنیا میں کامیاب ہوگا اور نہ آخرت میں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ١٩٣/٣٥)

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً.

''جو کسی عراف کے پاس آیا، اس سے کسی چیز کے بارے میں معلوم کیا، تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

(صحیح مسلم : 2230)

جو شخص کسی نجومی یا کاہن کو سچا خیال کرتا ہے، پھر اس سے مستقبل کے کسی واقعہ کی خبر لینے کے لیے گیا، تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اگر کاہن ونجومی کی بات پر یقین بھی کرلیا، تو کافر ہو جائے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَتَى كَاهِنًا، أَوْ عَرَّافًا، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ.

''جو کاہن یا عراف کے پاس گیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے

محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : ٤٢٩/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۸/۱) نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ .

’’جو شخص عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس آیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔‘‘

(مسند الطّيالسي : 381، المعجم الأوسط للطّبراني : 1453، وسندهٗ صحيحٌ)

ایسی بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، لہٰذا یہ مرفوع حکمی ہے۔

❀ شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’متاخرین کا نجومی کی تکفیر میں اختلاف ہے، حالانکہ اس پر کفر کا قطعی حکم لگنا چاہیے، کیونکہ یہ علم غیب کا دعوی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کر رکھا ہے، اس کا علم کسی کو نہیں دیا۔‘‘

(تيسير العزيز الحميد، ص ٤٤٢)

نوٹ:

جہت و سمت اور زوال و غروب آفتاب وغیرہ کا علم بھی علم نجوم کا ایک شعبہ ہے، اسے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''ایسا علم نجوم جو مشاہدہ وخبر پر مبنی ہو اور اس کے ذریعے زوال اور قبلہ کی سمت وغیرہ معلوم ہو، وہ ممنوعہ علم نجوم میں داخل نہیں۔''

(مَعالم السُّنن : ۳۷۲/۵)

۞ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرْبَعٌ لَا تَتَكَلَّمْ فِيهِنَّ؛ عَلِيٌّ، وَعُثْمَانُ، وَالنُّجُومُ، وَالْقَدَرُ .

''چار چیزوں میں گفتگو نہ کریں: ① سیدنا علی رضی اللہ عنہ ② سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ③ علم نجوم ④ تقدیر۔''

(مَساوي الأخلاق للخَرائِطي : ۷۹۵، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ نیز فرمایا:

ثَلَاثٌ ارْفُضُوهُنَّ؛ سَبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّظَرُ فِي النُّجُومِ، وَالنَّظَرُ فِي الْقَدَرِ .

''تین کاموں کو چھوڑ دیں؛ ① محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا کہنا ② نجوم میں غور وفکر ③ تقدیر میں غور وخوض۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد بن حنبل : ۱۸، وسندهٗ حسنٌ)

۞ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ أَنْ يَتَعَلَّمَ مِنَ النُّجُومِ وَالْقَمَرِ مَا يَهْتَدِي بِهِ .

''ستاروں اور چاند سے راستے کی راہنمائی کا علم سیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ۴۱۴/۸، وسندهٗ صحيحٌ)

بعض علمانے نجومی کو کاہن قرار دیا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''نجومی وہ ہے جو علم غیب کا دعوی کرتا ہے اور لوگوں کو مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی خبر دیتا ہے...، بعض اسے کاہن بھی کہتے تھے۔''

(مَعالم السّنن : ۳۷۰/۵۔۳۷۱)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَرَّافُ اسْمٌ لِلْكَاهِنِ وَالْمُنَجِّمِ وَالرَّمَالِ وَنَحْوِهِمْ مِمَّنْ يَتَكَلَّمُ فِي تَقَدُّمِ الْمَعْرِفَةِ بِهٰذِهِ الطُّرُقِ.

''عراف: کاہن، نجومی اور رمال (ریت پر لکیریں کھینچ کر قسمت کا حال معلوم کرنے والے) وغیرہ کا نام ہے، جو ان طریقوں سے پیش آمدہ واقعات کے بارے میں بتاتے ہیں۔'' (مَجموع الفتاوٰی : ۱۷۳/۳۵)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اَلْمُنَجِّمُ يَدْخُلُ فِي الْعَرَّافِ، وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ هُوَ فِي مَعْنَاهُ.

''نجومی بھی عراف میں داخل ہے، بعض کے نزدیک اسی کا ہم معنی ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ۱۹۳/۳۵)

الحاصل:

علم غیب کا دعویٰ کسی طرح بھی ہو، خواہ کہانت، علم نجوم یا علم رمل کے ذریعے ہو، دین اسلام میں حرام ہے اور توحید کے منافی ہے، کیونکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، وہ صرف اپنے کسی رسول کو اس سے مطلع و باخبر کرتا ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ❊ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَسُولٍ......﴾ (الجنّ: ٢٦-٢٧)

''وہ (اللہ) عالم غیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا، ہاں (بصورت وحی) رسولوں میں سے جسے چاہے...۔''

سوال: کاہن اور عراف میں کیا فرق ہے؟

جواب: اہل علم نے کاہن اور عراف میں فرق بیان کیا ہے۔

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (٩٧٠ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ الْمُرَادَ بِالْكَاهِنِ وَالْعَرَّافِ فِي الْحَدِيثِ مَنْ يُخْبِرُ بِالْغَيْبِ أَوْ يَدَّعِي مَعْرِفَتَهٗ فَمَا كَانَ هٰذَا سَبِيلَهٗ لَا يَجُوزُ، وَيَكُونُ تَصْدِيقُهٗ كُفْرًا.

''حدیث میں کاہن اور عراف سے مراد وہ ہیں، جو غیب کی خبریں دیں یا غیب جاننے کا دعویٰ کریں، تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی تصدیق کفر ہے۔''

(البحر الرّائق: 284/2، فتاویٰ شامی: 45/1، البِناية شرح الهداية للعيني: 297/7، حاشية الطّحطاوي، ص 654، النّهر الفائق: 254/3)

❀ علامہ منبجی حنفی رحمہ اللہ (٦٨٦ھ) لکھتے ہیں:

اَلْفَرْقُ بَيْنَ الْكَاهِنِ وَالْعَرَّافِ أَنَّ الْكَاهِنَ يَتَعَاطَى الْخَبَرَ عَنِ الْكَوَائِنِ فِي مُسْتَقْبِلِ الزَّمَانِ وَمَعْرِفَةِ الْأَسْرَارِ، وَالْعَرَّافُ

يَتَعَاطَى مَعْرِفَةَ الشَّيْءِ الْمَسْرُوقِ وَمَكَانِ الضَّالَّةِ وَنَحْوِهٖ .

''کاہن اور عراف میں فرق یہ ہے کہ کاہن آئندہ ہونے والے کاموں اور خفیہ امور کی خبر دیتا ہے اور عراف دعوی کرتا ہے کہ وہ مسروقہ چیزوں کو اور ان جگہوں کو جانتا ہے، جہاں چیزیں گم ہوئی ہیں۔''

(اللُّباب في الجمع بين السّنة والكتاب : 508/2)

✿ علامہ ابن عابدین شامی حنفی ﷫ (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ الْكَاهِنَ مَنْ يَدَّعِي مَعْرِفَةَ الْغَيْبِ بِأَسْبَابٍ وَهِيَ مُخْتَلِفَةٌ فَلِذَا انْقَسَمَ إِلٰى أَنْوَاعٍ مُتَعَدِّدَةٍ كَالْعَرَّافِ، وَالرَّمَّالِ وَالْمُنَجِّمِ، وَهُوَ الَّذِي يُخْبِرُ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ بِطُلُوعِ النَّجْمِ وَغُرُوبِهٖ، وَالَّذِي يَضْرِبُ بِالْحَصٰى، وَالَّذِي يَدَّعِي أَنَّ لَهٗ صَاحِبًا مِّنَ الْجِنِّ يُخْبِرُهٗ عَمَّا سَيَكُونُ، وَالْكُلُّ مَذْمُومٌ شَرْعًا، مَحْكُومٌ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى مُصَدِّقِهِمْ بِالْكُفْرِ، وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ : يَكْفُرُ بِادِّعَاءِ عِلْمِ الْغَيْبِ وَبِإِتْيَانِ الْكَاهِنِ وَتَصْدِيقِهٖ، وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ : يَكْفُرُ بِقَوْلِهٖ : أَنَا أَعْلَمُ الْمَسْرُوقَاتِ أَوْ أَنَا أُخْبِرُ عَنْ إِخْبَارِ الْجِنِّ إِيَّايَ، قُلْتُ : فَعَلٰى هٰذَا أَرْبَابُ التَّقَاوِيمِ مِنْ أَنْوَاعِ الْكَاهِنِ لِادِّعَائِهِمُ الْعِلْمَ بِالْحَوَادِثِ الْكَائِنَةِ .

''حاصل کلام یہ ہے کہ کاہن اس کو کہتے ہیں، جو مختلف اسباب سے غیب جاننے کا دعویٰ کرے۔ کاہن کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، ایک عراف ہوتا ہے۔ اسی

طرح رمّال ہوتا اور ایک نجومی ہوتا ہے۔ یہ ستاروں کے طلوع وغروب کے ذریعے مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ ایک وہ ہوتا ہے، جو کنکری مارتا ہے اور ایک وہ ہوتا ہے، جو کہتا ہے: میرے پاس جن ہے، جو مجھے مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔ یہ سب شرعاً مذموم ہیں۔ ان پر اور ان کی تصدیق کرنے والے پر کفر کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ بزازیہ میں لکھا ہے: جو علم غیب کا دعوی کرے، یا کاہن کے پاس آئے اور اس کی تصدیق کرے، وہ کافر ہو جائے گا۔ تتارخانیہ میں لکھا ہے: اس شخص کی تکفیر کی جائے گی، جو کہتا ہے کہ میں چوری شدہ چیزوں کو جانتا ہوں یا میں خبر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ باتیں جن بتاتے ہیں۔ میں (شامی) کہتا ہوں: جنتری کے ذریعہ قسمت کا حال دریافت کرنے والوں کو بھی کاہن کی اقسام میں شمار کیا جائے گا، کیونکہ وہ بھی آئندہ پیش آمدہ حوادث جاننے کا دعوی کرتے ہیں۔''

(فتاویٰ شامی: 242/4)

سوال: کیا رب تعالیٰ سے مایوسی اور نا اُمیدی گناہ ہے؟

جواب: نا امیدی جائز نہیں، یہ گناہ ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں دو طرح سے سوئے ظن ہے۔

① نا امید آدمی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام نہیں کر سکتا، حالانکہ وہ ہر چیز پر ہر وقت قادر ہے۔

② وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں عیب لگاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے، کسی بندے پر کسی بھی وقت رحم کر سکتا ہے، اس کی رحمت سے نا امید وہی ہوتا ہے، جو اپنے رب کی معرفت نہیں رکھتا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ إِلَّا الضَّالُّونَ﴾(الحجر: ٥٦)

''اپنی رب کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں، جو اپنے رب کی معرفت نہیں رکھتے۔''

❁ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:

﴿وَلَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِنَّهٗ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾(يوسُف: ٨٧)

''اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا، کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس صرف کافر لوگ ہوتے ہیں۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ﴾(الرّوم: ٣٦)

''جب ہم لوگوں کو رحمت سے بہرہ مند کرتے ہیں، تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور جب انہیں اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ (رحمت الٰہی سے) مایوس ہو جاتے ہیں۔''

لہٰذا ضروری ہے کہ اللہ کے ڈر کے ساتھ ساتھ اس کی رحمت کی امید بھی رکھی جائے۔

ناامیدی کے دو اسباب ہیں:

① ایک تو یہ کہ آدمی اپنی جان پر ظلم اور گناہوں پر جسارت کرتا رہے، ان پر مصر رہے اور گناہوں پر قائم رہنے کا عزم کرلے، پھر اللہ کی رحمت سے امید ختم کرلے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس نے رحمت کے اسباب ختم کر دیئے ہیں، آخر کار یہ اس کی عادت بن جاتی

ہے، شیطان انسان سے زیادہ سے زیادہ یہی مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

② آدمی اپنے کیے ہوئے جرائم کی وجہ سے خود پر اتنا ڈر طاری کرلے کہ لاعلمی کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اب اللہ اسے معاف نہیں کرے گا، اگر چہ وہ توبہ بھی کرلے، اس طرح وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

(الزُّمر: ۵۳)

''(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے میرے گناہ گار بندو! اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کرسکتا ہے، کیونکہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

انسان کو چاہیے کہ وہ گناہوں پر مصر نہ رہے، بلکہ ان کو چھوڑ کر سچی توبہ کرلے، پھر یہ عقیدہ رکھے کہ توبہ سے بڑے بڑے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یہی ناامیدی کا خاتمہ ہے۔